تحقیق حدیث

رب قاريء للقرآن، والقرآن يلعنه

مرتب

محمد طلحہ بلال احمد منیار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث شریف کی روشنی میں لعنت کا مصداق کون؟

[۱] الفاظِ حدیث

کتابوں میں یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے:

(۱) اکثر کتابوں میں یہ الفاظ ہیں: «رب تالٍ للقرآن والقرآن يلعنه»۔

(۲) بعض کتابوں میں یہ الفاظ ہیں: «رب قارئ للقرآن والقرآن يلعنه»۔

(۳) بعض کتابوں میں یہ الفاظ ہیں: «كم من قارئ للقرآن، والقرآن يلعنه» جو سابقہ احادیث کے ہم معنیٰ (روایت بالمعنیٰ) ہیں۔

[۲] حدیث کس کی طرف منسوب ہے؟ اور سندِ حدیث کیا ہے؟

(۱) حضرت انس بن مالک ؓ۔ «إحياء علوم الدين» (۱/۳۲۴) میں بغیر سند کے مذکور ہے۔

(۲) حضرت عائشہ ؓ۔ ابن الحاج «المدخل» (۱/۹۰، ۲/۲۹۵، ط: دارالتراث) میں اس کی نسبت ام المومنین ؓ کی طرف کرنے میں متفرد ہیں۔

(۳) اس روایت کے قریبی معنیٰ مشہور تابعی میمون بن مہران ؒ کی طرف منسوب ہے، جیسا کہ «تفسير ابن أبي حاتم» (۶/۲۰۱۷: ۱۰۷۸۱) میں مذکور ہے۔

سند ومتن: حدثنا أبي، ثنا صالح بن عُبيد الله الهاشمي، ثنا أبو المَلِيح، عن ميمون بن مهرانَ قال: «إن الرجل لَيُصَلِّي ويَلْعَنُ نفسَه في قراءته، فيقول: (ألا لعنة الله على الظالمين) وإنه لظالم».

ترجمہ: حضرت میمون بن مہران فرماتے ہیں: آدمی دورانِ نماز قراءت کرتے ہوئے خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے، چناں چہ وہ پڑھتا ہے: ’’ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو‘‘ جب کہ وہ خود ظالم ہوتا ہے۔

(۴) مصنّف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباسؓ سے اس مفہوم کی ایک روایت وارد ہوئی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: عن ابن عباس قال: أوحى الله إلى داود: قل للظلمة: لا يذكروني؛ فإنه حقٌّ علَيَّ أن أذكر من ذكرني، وإنّ ذكري إياهم أن ألعنَهم.

(۵) درِّ منثور میں ہے: وأخرج عبد بن حميد وابن أبي حاتم عن ابن عمر أنه قيل له: أرأيتَ قاتل النفس وشارب الخمر والزاني يذكر الله، وقد قال الله ﴿فاذكروني أذكركم﴾؟ قال: إذا ذكرَ اللهَ هذا ذكره الله بلَعنتِهِ حتى يسكت.

[۳] حدیث کی تخریج

(۱) دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ (سوال نمبر: 602818)

عنوان: ’’بہت سے تلاوت کرنے والوں پر قرآن کا لعنت کرنا‘‘ حدیث کی تحقیق

سوال: کیا مندرجہ ذیل حدیث صحیح سند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ براہ کرم تصدیق فرمادیں۔

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «رُبَّ قَارِیءٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہ» بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں (غلط پڑھنے کی وجہ سے) قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے۔(إحياء علوم الدين، كتاب آداب تلاوة القرآن، الباب الأول، في ذم تلاوة الغافلين، ۱/ ۳٦٤)

سمیر انصاری ممبئی

جواب نمبر:602818

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اس حدیث کو امام غزالی رحمہ اللہ نے (إحياء علوم الدين، كتاب آداب تلاوة القرآن، الباب الأول في فضل القرآن وأهله، وذم المقصّرين في تلاوته:١/ ٢٧٤، ط: دارالمعرفة، بيروت) میں موقوفاً (حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر) ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے: «رُبَّ تالٍ للقرآن والقرآنُ يلعنه» لیکن صحاح وغیرہا میں یہ روایت نہیں ملی اور نہ مرفوعاً اس کی سند کسی کتاب میں مل سکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند۔

(۲) حضرت مولانا رضوان الدین معروفی صاحب اپنی کتاب «عمدة الأقاويل في تحقيق الأباطيل» میں تحریر فرماتے ہیں:

روایت «رُبَّ تالٍ للقرآن والقرآنُ يلعنه» کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں، جن پر قرآن لعنت کرتا رہتا ہے کی تحقیق۔

یہ جملہ دو طرح منقول ہے: «رُبَّ تالٍ» اور «رُبَّ قَارِیءٍ» مگر دونوں ہی موضوع ہیں۔ محدث کبیر علامہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ «اليواقيت الغالية» (۲/۲۲) میں لکھتے ہیں: یہ کلام قرائے متأخرین کی زبانوں پر مشہور ہے۔ میں نے اس کی تلاش میں بھرپور محنت کی، مگر اس کی سند کا پتہ نہ چلا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ اس کی تخریج کس محدث نے کی ہے۔

[بہت سے لوگوں نے اِس روایت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ تجوید کا سیکھنا لازم اور ضروری ہے۔ یہ حدیث اگرچہ محدثین کے اصول کے مطابق ثابت نہیں، لیکن

علمائے محققین نے تجوید سیکھنا لازمی ہے؛ اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ جیسا کہ امام جزریؒ نے مقدمۂ جزری میں فرمایا:

والأخذ بالتجويد حتم لازم   من لم يجود القرآن آثم] (شیخ یونس جون پوریؒ)

شیخ زکریا الانصاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ جزریہ کی شرح «الدقائق المحكمة» میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے «المنح الفكرية شرح مقدمة الجزرية» میں حدیث کے انداز میں ذکر فرمایا ہے، مگر اس کے مخرَج ومُخرِج کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ «فتاوى اللجنة الدائمة» (۳/ ۲۱۳) میں ہے: «ليس بحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم» اس کے قریب قریب مضمون پر مشتمل میمون بن مہران تابعی (۱۱۷ھ) کا قول منقول ہے: إن الرجل ليصلي ويلعن نفسه في قرائته: «ألا لعنة الله على الظالمين وإنه لظالم» (تفسير ابن أبي حاتم ٦/ ٢٠١٧)

«السنن والمبتدعات» میں شقیری ذکر فرماتے ہیں: «هذا ليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم» (السنن والمبتدعات ص: ٢٦٣)

تجوید کی اہمیت کے ذیل میں اس روایت کو ذکر کیا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ تجوید کی اہمیت قرآن وسنت کی محکم نصوص سے ثابت ہے، اس کے لیے ایسی بے سند باتوں کا سہارا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (عمدة الأقاويل في تحقيق الأباطيل: ١٠٨)

(۳) دار الافتاء الاخلاص، کراچی کا جواب نمبر 108285 کا خلاصہ:

مذکورہ بالا الفاظ حدیث کے نہیں ہیں، بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر ہے، لہٰذا اس کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا درست نہیں ہے۔

(۴) مولانا ابواحمد حسان بن شیخ یونس تاجپوری کا جواب:

السوال: درج ذیل حدیث کی تحقیق مطلوب ہے؟

«رُبَّ قَارِیءٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُه»

ترجمہ: بہت سارے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ کیا یہ حدیث ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب: هذا حديث لايعرف مرفوعـًا إلى النبي صلى الله عليه وسلم

شیخ عبدالعزیز بن باز سے کسی نے سوال کیا: «رُبَّ قَارِیءٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُه» **کیا یہ حدیث ہے؟**

آپ نے جواب دیا: (لا أعلم صحة الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا حاجة إلى تفسيره ولو صح لكان المعنى إلخ) (مجموع فتاوی ابن باز ج۲۶ ص۶۱)

شیخ شقیری نے اپنی کتاب «السنن والمبتدعات» (ص ۲۶۳) **میں نقل کیا ہے:**

هذا ليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم.

ہاں! البتہ امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب «إحياء العلوم» **میں اس قسم کے الفاظ** «رب تال للقرآن والقرآن يلعنه» **بغیر سند کے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیے ہیں۔**

لیکن حضرت شیخ یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ’’الیواقیت‘‘ میں لکھا ہے:

لم أقف له على سند، ولا ذكره أحد من المخرجين غير قول الشيخ زكريا

الأنصاری في شرح المقدمة الجزرية المسمى بـ «الدقائق المحكمة في شرح المقدمة الجزرية»....

خلاصۂ کلام: اس قسم کے الفاظ رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہیں۔ لہٰذا اِن کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

لیکن ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس کو میمون بن مہران الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷ھ) سے دوسرے الفاظ سے نقل کیا ہے: ابن أبي حاتم رحمه الله قال حدثنا أبي حدثنا صالح بن عبيد الله الهاشمي حدثنا أبو المليح عن ميمون بن مهران رحمه الله قال: إن الرجل ليصلي ويلعن نفسه في قراءته فيقول: «ألا لعنة الله على الظالمين» وإنه لظالم.

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأكمل.

ابو احمد حسان بن شیخ یونس تاجپوری

خادم: جامعہ تحفیظ القرآن اسلام پورا

(۵) «أرشيف ملتقى أهل الحديث» (۳/۳۹-۴۱) **میں مذکور ہے:**

«رب قارئ للقرآن والقرآن يلعنه» هذا الأثر كنت أجده في الكتب التي تهتم بعلوم القرآن، فأستنكر نسبتَه إلى رسول الله ﷺ، خصوصاً لَمَّا أعياني البحثُ عنه مُسنَداً في كتب السنة المشرفة ...

خلاصۂ تخریج

حدیث کی تخریج کرنے والوں کے مختصر اقوال یہ ہیں:

دار العلوم دیوبند: امام غزالی نے ''احیاء علوم الدین'' میں موقوفاً (حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر) ذکر کیا ہے، لیکن صحاح وغیرہا میں یہ روایت نہیں ملی، اور نہ مرفوعا اس کی سند کسی کتاب میں مل سکی۔

محدث کبیر علامہ جونپوریؒ: یہ کلام قرائے متاخرین کی زبانوں پر مشہور ہے، میں نے اس کی تلاش میں بھرپور محنت کی مگر اس کی سند کا پتہ نہ چلا، اور نہ یہ معلوم ہوا کہ اس کی تخریج کسی محدث نے کی ہے، اور فرمایا: یہ حدیث محدثین کے اصول کے مطابق ثابت نہیں۔

فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: ليس بحديث عن النبى صلى الله عليه وسلم۔

شیخ محمد شقیری: ''السنن والمبتدعات فی الاذکار والصلوات'' میں ذکر فرماتے ہیں:

هذا ليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت مولانا رضوان معروفی صاحب: تجوید کی اہمیت کے ذیل میں اس روایت کو ذکر کیا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ تجوید کی اہمیت قرآن وسنت کی محکم نصوص سے ثابت ہے، اس کے لیے ایسی بے سند باتوں کا سہارا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا ابو احمد حسان بن شیخ یونس تاجپوری صاحب: اس قسم کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

خلاصۂ تخریج سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ حدیث بے بنیاد ہے، تاہم بعض علما نے اِس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض لوگوں کو حدیث میں وارد لعنت کا مصداق بنایا ہے۔ جس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

[۴] حدیث میں وارد لعن کا مصداق کون؟

[۱] پہلا مصداق: وہ لوگ جن پر کسی خاص عادت کے سبب قرآن میں لعنت وارد ہوئی ہے:

وہ چیزیں جن کے سبب قرآن میں لعنت وارد ہوئی ہے:

(۱) کفر

(۲) اللہ کی کتابوں میں تحریف

(۳) جھوٹ

(۴) حق بات اور اللہ کے دین کی نشانیاں چھپانا۔

(۵) نفاق

(٦) ظلم

(۷) اللہ کی طرف جھوٹی نسبت کرنا۔

(۸) اللہ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنا۔

(۹) غلط بیانی سے کام لے کر آبرو ریزی کرنا اور تہمت لگانا۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کو قول سے تکلیف پہنچانا۔

(۱۱) اللہ سے بدگمان ہونا۔

اس مصداق کی تائید درجِ ذیل دو اثر سے ہوتی ہے:

(۱) میمون بن مہران کا قول جو تفسیر ابنِ ابی حاتم میں منقول ہے:

6/2017:10781 حضرت میمون بن مہران فرماتے ہیں: آدمی نماز پڑھتا ہے اور (دورانِ نماز) قراءت کرتے ہوئے خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے، چناں چہ وہ پڑھتا ہے:

«ألا لعنة الله على الظالمين» (ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو) حالاں کہ وہ خود ظالم ہے۔

اِسی مفہوم میں حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کی روایت بھی آتی ہے کہ ظالم اور کبائرِ ذنوب کا مرتکب جب اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو جواباً اللہ تعالیٰ اُس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

(۲) ابو طالب مکیؒ کی کتاب «قوت القلوب» (۱/۱۰۷) میں مذکور ہے:

بعض علما نے فرمایا: بسا اَوقات بندہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے، لیکن لاشعوری طور پر وہ اپنے آپ پر لعنت بھیجتا ہے۔ چناں چہ وہ پڑھتا ہے: «ألا لعنة الله على الظالمين» (ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو) حالاں کہ وہ خود ظالم ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ پڑھتا ہے: «ألا لعنة الله على الكاذبين» (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو) حالاں کہ وہ خود جھوٹا ہے۔

تنبیہ: قرآن میں آیت کے الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں:

- (أَنَّ لَعنةَ الله عليه إن كان مِنَ الكاذبين) [النور:۷]
- (فنَجْعَلْ لعنةَ الله على الكاذبين) [آل عمران:۶۱]

(۳) «تفسير المنتصر الكتاني» (۲/۳۱) میں مذکور ہے:

رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے: «رُبَّ قارئ يقرأ القرآن والقرآن يلعنه» چناں چہ قرآن جھوٹ بولنے والوں، فاسقوں، ظالموں اور کافروں پر لعنت کرتا ہے۔اھ۔

[۲] دوسرا مصداق: قرآن پر عمل نہ کرنے والا۔

(۱) ابو طالب مکیؒ نے اس کو «قوت القلوب» (۱/۱۰۷) میں ذکر کیا ہے، ان کے حوالے سے امام غزالیؒ نے «إحياء علوم الدين» (۱/۲۷۴) میں «ذم تلاوة الغافلين» کے عنوان کے تحت نقل کیا ہے کہ......

بعض سلف نے فرمایا: جب بندہ کسی سورت کی تلاوت شروع کرتا ہے، تو فرشتے تلاوت سے فارغ ہونے تک اُس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اور ایک بندہ جب کسی سورت کی تلاوت شروع کرتا ہے، تو فرشتے اُس کے تلاوت سے فارغ ہونے تک اُس پر لعنت کرتے ہیں، پوچھا گیا: ایسا کیوں؟ فرمایا: اگر قرآن کی حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھے اور حرام کردہ کو حرام سمجھے، تو فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں ورنہ لعنت بھیجتے ہیں۔

(۲) إتحاف السادة المتقين شرح إحياء علوم الدين (۴/۴۶۹) میں اس قول (قولِ سلف) کی تشریح اس طرح مذکور ہے:

بعض سلف نے فرمایا: جب بندہ قرآنِ کریم کی کسی سورت کی تلاوت شروع کرتا ہے، تو فرشتے اس کے قراءت سے فارغ ہونے تک اُس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں، جب کہ دوسرا بندہ قرآن کی کسی سورت کی تلاوت شروع کرتا ہے، تو فرشتے اس کی قراءت ختم ہونے تک اس پر لعنت کرتے ہیں، پوچھا گیا: ایسا کیوں؟ تو فرمایا: اگر قرآن کی حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھتا ہے اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھتا ہے، یعنی جو حکم ہوتا ہے اُس پر عمل کرتا ہے اور ممنوعات سے باز رہتا ہے، تو فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں، ورنہ لعنت کرتے ہیں۔ اس کو صاحبِ «قوت القلوب» نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اور بعض علما نے فرمایا: بندہ بسا اوقات قرآن کی تلاوت کرتا ہے لیکن لاشعوری طور پر وہ اپنے آپ پر لعنت کرتا ہے، چناں چہ وہ پڑھتا ہے: «ألا لعنة الله على الظالمين» (ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو) حالاں کہ وہ خود ظالم ہوتا ہے، اپنے اوپر یا دوسروں پر۔

اسی طرح پڑھتا ہے: «ألا لعنة الله على الكاذبين» (جھوٹ بولنے والوں پر اللہ

کی لعنت ہو) حالاں کہ وہ خود جھوٹا ہے، اس کو بھی صاحبِ «قوت القلوب» نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اِن دونوں اَقوال سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سابق قول «رب تال للقرآن والقرآن يلعنه» کی تشریح ہوجاتی ہے۔

(۳) ابن الحاج کی «المدخل» (۱/۹۰) میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کتنے ہی قرآنِ کریم پڑھنے والے ایسے ہیں، جو قرآنِ کریم پڑھتے ہیں، حالاں کہ قرآنِ کریم اُن پر لعنت کرتا ہے، وہ پڑھتا ہے: «ألا لعنة الله على الظالمين» (خبردار ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے) حالاں کہ وہ خود ظالم ہے۔

اس سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ظلم کرنے والا صرف وہ ہے جو مسلمانوں کے مال سے ناجائز تعرض و چھیڑ چھاڑ کرے، بل کہ ظلم کا مطلب عام ہے، اس لیے کہ بسا اوقات انسان منہیات کا ارتکاب کر کے یا مامورات کو ترک کر کے خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے، لہٰذا ایسی صورتِ حال میں جب انسان تلاوت کرے گا، تو قرآن اس پر لعنت کرے گا۔ اس لیے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت سے مقصودِ اصلی اُس کے احکام و معانی کا اخذ کرنا ہے، اور وہ مجالسِ علما سے حاصل ہوگا، زبانی تلاوت اس مقصودِ اصلی کی ایک فرع ہے، لہٰذا بڑے طبیب اور کامل نور والے کے قول کو اُسی پر محمول کیا جائے گا، جو تمام خیرات کا جامع ہے۔ (۲/۲۹۵)

(۴) «لمعات التنقيح شرح مشكاة المصابيح» (۴/۵۳۱) میں ہے:

۲۱۰۹- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد «خيركم مَن تعلم القرآن» سے مراد «مِن خيركم» ہے یعنی تمہارے بہترین لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ خیریت و فضیلت معلّم و متعلّمِ قرآن کے علاوہ دیگر حضرات

کے باب میں بھی وارد ہوئی ہے۔ کذا فی بعض الحواشی۔

میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں: اگر قرآن میں مذکور تمام احکام پر عمل کی قید لگائی جائے، تو ''من'' مقدر ماننے کی حاجت نہیں۔ اس لیے کہ قرآن کے سیکھنے سکھانے کا مقصود عمل ہے، اور عامۃً بغیر عمل کے تعلیم و تعلم کا کوئی اعتبار نہیں ہے- جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے- اس لیے کہ فضیلت و خیریت کی جتنی ممکنہ صورتیں ہوسکتی ہیں، وہ سب عمل بالقرآن میں داخل ہیں۔

(۵) «تفسیرِ روح المعاني» (۱۱/۳۶۵) میں مذکور ہے:

آیتِ کریمہ إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ کا مطلب ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ کتاب اللہ کی پیروی کرتے ہیں، یعنی اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرتے ہیں، گویا کہ قائل نے «تلا یتلوا» کو «تَبع» کے معنیٰ میں لیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تلاوتِ مروجہ کو عمل پر محمول کیا ہے۔ اس لیے کہ محض تلاوت؛ جو عمل سے خالی ہو، خاص فائدہ نہیں دیتی۔ اور یہ ارشاد وارد ہوا ہے: «رب قارئ للقرآن والقرآن یلعنه» (بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے)۔

(۶) «فیض الباري علی صحیح البخاري» (۱/۲۲۷) میں مذکور ہے:

پھر ہم تک اوامر و نواہی اور وعدے و وعید کا جو ذخیرہ پہنچا؛ اُسے ''شریعت'' کہا جاتا ہے، اور اس پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کو ''طریقت'' کہتے ہیں۔ اور اس وقت اعمال ایمان کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، جیسا کہ سلفِ صالحین کے

حالات اس پر شاہد ہیں۔ لیکن آج عمل کے بغیر نرا علم رہ گیا، اور اعضا کی تصدیق کے بغیر (اعمال) صرف ایمان کی صورت باقی رہ گئی۔ «رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ».

(۷) «تفسير ابن باديس» (ص:۳۸) میں مذکور ہے:

حضرت انسؓ کے قول «رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ» کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ قرآن تالی کی تلاوت کے سبب اُس پر لعنت کرتا ہے، بھلا یہ کیوں کر ممکن ہوگا جب کہ تلاوتِ قرآن تو عبادت ہے! (عبادت ولعنت جمع نہیں ہوسکتیں) بلکہ اِس اثر کا مطلب یہ ہے کہ بسا اَوقات تالی؛ قرآن کے کسی حکم کی مخالفت کر کے یا کسی منہی عنہ- جھوٹ یا ظلم- کا ارتکاب کر کے اُس عمومی لعنت کے تحت داخل ہوجاتا ہے؛ جو ظالموں اور کاذبوں سے متعلق وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ قول «رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ» اُس قاریِ قرآن کی مذمت کے لیے ہے جو تلاوت بھی کرتا ہے اور قرآن کے حکم کی مخالفت بھی، اور اِس سے گویا تلاوت کرنے والے کو قرآن سے محظوظ ہونے اور جلدی توبہ کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ یہ بات قطعاً تلاوت چھوڑنے کا حکم دینے کے لیے نہیں کہی گئی ہے، اتنے عظیم صحابی کے کلام کا صحیح محمِل متعین طور پر یہی ہوسکتا ہے۔

صحیح روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد وارد ہوا ہے: «من لم يَدَع قولَ الزُّور والعمل به، فليس لله حاجةٌ أن يَدَع طعامه وشرابه» (جس نے جھوٹی گواہی دینے اور اس پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑا، تو اللہ کو اسے بھوکا پیاسا رکھنے کی کوئی حاجت نہیں یعنی ایسے آدمی کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں) یہ ارشاد ایسے عابد صائم کے بارے میں وارد ہوا، جو روزے جیسی عظیم عبادت کے دوران جھوٹ اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے، یوں وہ

ایک ہی وقت میں عبادت بھی کر رہا ہے اور حکمِ الٰہی کی مخالفت بھی۔

تاہم حدیث کے مفہوم و معنی بیان کرتے ہوئے شراحِ حدیث رقم طراز ہیں:

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں: قولِ زور نہ چھوڑنے کی صورت میں انسان کے لیے یہ گنجائش نہ ہوگی کہ وہ سرے سے روزہ ہی چھوڑ دے، بلکہ اس کے حقیقی معنیٰ و مقصود قولِ زور سے ڈرانا اور اُس سے بچانا ہے۔ اسی کے مانند ایک دوسری روایت میں نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: «من باع الخمر فليُشَقِّص الخنازير» جو شخص شراب بیچے اسے چاہیے کہ خنزیر کے بھی ٹکڑے کرے (وہ بھی بیچے)۔ آپ ﷺ نے درحقیقت بیچنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ اس سے ڈرایا ہے، اور شربِ خمر جیسے عظیم گناہ پر تنبیہ فرمائی ہے۔ بالکل اسی طرح آپ ﷺ نے صائم کو قولِ زور اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے سے متعلق تنبیہ فرمائی ہے، تاکہ وہ اپنے روزے کا مکمل اجر پا سکے۔

سابقہ روایات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہ طریقِ اولیٰ حضرت انسؓ کے قول کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ آپ ﷺ گناہ گار کو تلاوت ترک کرنے کا حکم دے رہے ہیں، کیوں کہ وہ دورانِ تلاوت کسی گناہ کا مرتکب نہیں، بل کہ مقصد قرآنِ کریم کے احکام کی خلاف ورزی پر مداومت سے باز رکھنا ہے اور جلد از جلد توبہ کی طرف متوجہ کرنا ہے، تاکہ وہ اپنی حالت درست کر کے تلاوت کا مکمل اجر پائے۔

«تفسير ابن باديس» (ص:۳۵) میں ہے:

تنبیہ: علما کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ عوام الناس کے لیے نبیِ کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا تلاوتِ قرآن سے افضل ہے، اس لیے کہ درود و سلام کا ثواب یقینی ہے، اور

بھیجنے والے کو کوئی گناہ نہ ہوگا، اور گناہ گار جب قرآن کی تلاوت کرے گا تو اُس کی تلاوت بایں معنیٰ گناہ ہوگی کہ وہ جس کی تلاوت کر رہا ہے، اُس کی مخالفت کر رہا ہے۔ اِن حضرات نے اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اُس قول سے استدلال کیا ہے، جسے عام محدثین نے حدیث سمجھا ہے: «رب تال للقرآن والقرآن يلعنه»

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت بالکلیہ ترک کردی جائے یا مقدارِ تلاوت میں کمی کردی جائے، اس رائے سے اور اُس سے مترشح نتیجے سے بچنا چاہیے۔

[۳] تیسرا مصداق: قرآن میں تدبر نہ کرنے والا اور عمل میں کوتاہی کرنے والا۔

(۱) علامہ جزری کی کتاب «منجد المقرئين ومرشد الطالبين» (ص:۸۶) میں مذکور ہے: امام ابو حامد الغزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب «تلاوة القرآن» میں فرمایا: تلاوتِ قرآن کا حق یہ ہے کہ اس میں بہ یک وقت زبان، عقل اور قلب اس طرح شامل ہوں کہ ڈرنے، نصیحت حاصل کرنے والے، اثر قبول کرنے والے اور امتثالِ احکام کرنے والے ہوں۔ چناں چہ زبان تلاوت کرتی ہے، عقل ترجمہ کرتی ہے اور دل نصیحت حاصل کرتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی اپنے بیٹے کو لے کر آیا اور کہنے لگا: ابو درداء! میرے اس بیٹے نے قرآن کو حفظ کرلیا ہے، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اللہ! مغفرت فرما، قرآن حفظ کرنے والا تو وہ ہے جس نے قرآن سن کر اُس کی بات مانی۔

امام شعبی قرآنِ کریم کی آیت ﴿فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ﴾ [آل عمران:۱۸۷] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ارے بھائی! کتابِ الٰہی تو ان کے سامنے ہی تھی، البتہ انہوں نے عمل کو پسِ پشت ڈال دیا۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم بیٹھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ خوش وخرم ہمارے پاس تشریف لائے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن پڑھتے رہو! وہ زمانہ قریب ہے کہ جس میں ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن پڑھیں گے اور اُس کے حروف اس طرح درست کریں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے، (لیکن) قرآن اُن کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا، جو اُس کے اجر کو دنیا میں ہی طلب کرنے والے ہوں گے اور آخرت کے لیے مؤخر نہیں کریں گے۔ اور فرمایا: بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے۔

(۲) «تحفة الأبرار شرح مصابيح السنة» (۱/۵۳۲) میں مذکور ہے:

حضرت ابن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا! اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، جیسے دنیا میں پڑھا کرتا تھا، تیرا ٹھکانہ اُس آخری آیت پر ہوگا جو تو پڑھے گا۔“

صاحبِ قرآن سے مراد: (۱) وہ حافظِ قرآن جو پابندی سے تلاوت کرتا ہو۔

(۲) اُس کے معانی سے واقف اور اس میں غور وتدبر کرنے والا۔

حدیث شریف میں پہلے معنیٰ مراد لیے گئے ہیں۔ اور «اقرأ وارتق» سے مراد قرآن کا وہ حصہ پڑھ جو اچھی طرح پڑھا کرتا تھا اور اسی کے بہ قدر جنت کے درجوں پر چڑھتا جا۔

ایک قول ہے: جنت کے درجے آیتوں کی تعداد کے بہ قدر ہیں، قراء اسی کے بہ قدر چڑھیں گے، مثلاً: کسی نے سو آیتیں پڑھیں، تو اُس کی منزل وہی ہوگی؛ جتنی آیت وہ

پڑھے گا، اور وہ سوواں درجہ ہے، اور جس نے مکمل قرآنِ کریم حفظ کرلیا، اس کو جنت کا انتہائی اعلیٰ درجہ حاصل ہوگا، لیکن یہ اُس قاری کے لیے ہوگا جو قرآن کا حق ادا کرکے پڑھے، یعنی اُس کے معنیٰ میں تدبر اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہوئے پڑھے، نہ کہ صرف تلاوت کرے اور قرآن اس پر لعنت کرے۔

(۳) علامہ مناویؒ کی کتاب «فیض القدیر» (۲/۶۱) میں مذکور ہے:

1333- «اقرأ القرآن ما نهاك» قرآن پڑھ جب تک کہ قرآن تجھے معصیت سے روکے۔ لہٰذا قاریِ قرآن کو قرآنِ کریم کے اوامر ونواہی پر عمل کرنا چاہیے، اور جیسا کہ امورِ دنیویہ عزائم کے بہ قدر ہی حاصل ہوتے ہیں، اسی طرح اخروی امور کا حصول بھی بہت پختہ عزائم اور دل جمعی کے بغیر ممکن نہیں، چناں چہ قاری پر ضروری ہے کہ اس کا دل قرآن سمجھنے میں لگا ہوا اور اُس کے کان وعقل سننے اور تدبر کے لیے مستعد ہوں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ قاری خود پر لعن کرتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں ہوتا، چناں چہ وہ پڑھتا ہے: «ألا لعنة الله على الظالمين» اور وہ خود ظالم ہوتا ہے۔ اسی طرح پڑھتا ہے «ألا لعنة الله على الكاذبين» جب کہ وہ خود کاذب ہوتا ہے۔

[۴] چوتھا مصداق: ایسی لحنِ جلی کا مرتکب جو حروفِ قرآنی یا معانیِ قرآن میں مخل ہو یا موضع منہی عنہ پر وقف کرنے والا۔

(۱) ملا علی قاریؒ کی کتاب «المنح الفكرية شرح مقدمة الجزرية» میں مذکور ہے:

جہاں تک آپ ﷺ سے منقول روایت «رب قارئ للقران والقرآن يلعنه» کا تعلق ہے، تو یہ حدیث اس شخص پر صادق آتی ہے جو حروف یا معانیِ قرانی میں خلل پیدا کرتا

ہے، یااس پرعمل کرنے میں کوتاہی برتتا ہے۔

(۲)«تفسیر حدائق الروح والریحان»(۳۴۸/۳) **میں مذکور ہے:**

حدیث میں ہے:«رب قارئ للقران والقرآن یلعنه» **یہ اُس شخص کوشامل ہے جو حروف یا معانیٔ قرانی میں خلل پیدا کرتا ہے یااس پرعمل کرنے میں کوتاہی برتتا ہے، اور یہ موقوف ہے لحن کی تفصیل پر۔ لحن کی دو رقسمیں ہیں: (۱) جلی (۲) خفی۔**

(۳)«خلاصة البیان في تجوید القرآن» (ص:۸،۹) **میں مذکور ہے:**

چناں چہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ترتیل یعنی تجوید کا حکم دیا ہے، تو پھر اس کا حاصل کرنا ضروری ہے اوراس کوترک کرنے پر گناہ ہوگا، بالخصوص اُس آدمی کو جو تجوید کی رعایت بالکل نہیں کرتا، اور روایت میں ہے: «رب قارئ للقران والقرآن یلعنه» قرآن اُس وقت لعنت کرتا ہے، جب الفاظِ قرآن یا معانی میں اس کی قراءت مخل ہو یااس کے مقتضیات پرعمل میں کوتاہی ہو، اور قرآن میں موجود جن چیزوں پرعمل لازم ہے، ان میں سے ایک قرآن کوترتیل وتجوید سے پڑھنا بھی ہے، اور آدمی کی نماز اتنی ہی ناقص ہوتی ہے، جتنی اس کی تجوید ناقص ہوتی ہے، بل کہ لحنِ جلی کی بعض صورتیں تو نماز کو فاسد تک کردیتی ہیں، جیسا کہ کتب فقہ کی فصل «زلة القارئ» میں مفصل مذکور ہے۔

(۴)«فتاوی الرملي»(۳۱۹/۴) **میں مذکور ہے:**

سوال: قراء کا اپنے مابین قرآنِ کریم کے تلفظ (یعنی مخارجِ حروف وصفات کی رعایت) پر جو اجماع ہے، -جیسے: نون ساکن اور تنوین کے احکام اور راء کو باریک و پر کرنے کے احکام- کیا وہ عین وہی ہے، جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل سے بہ واسطۂ لوح محفوظ اللہ تبارک وتعالیٰ سے حاصل کیا؟ نیز کیا عمداً کسی حرف یا صفت کو بدل کر پڑھنا حرام

ہے یا نہیں؟

جواب: قراء نے قرآنِ کریم کے جن حروف وصفات کی رعایت پر اجماع کیا ہے، عام مسلمانوں کا بھی اُس پر اجماع ہے، اوراس سلسلے میں مستقل تصانیف ہیں، اوراس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا اپنی کتابِ عزیز کی حفاظت کا جو وعدہ {إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون} [الحجر:9] تھا، وہ مکمل ہوا ہے۔ یہ بعینہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے جبریل سے حاصل کیا ہے، لہٰذا کسی شخص کے لیے بھی حرمت معلوم ہونے کے باوجود عمداً کسی حرف یا صفت کا بدلنا حرام ہے اوراس طرح پڑھنے والا آدمی «رب قارئ للقران والقرآن یلعنه» کا مصداق ہوگا۔

(۵) علامہ اشمونی کی کتاب «منار الهدی في بیان الوقف والإبتدا» (ص:۴۰) میں مذکور ہے:

منہی عنہ مقام پر وقف کرنے والا بھی آپ ﷺ کے اُس فرمان کے عموم میں شامل ہے، جو قرآن پر عمل نہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہے: «رب قارئ للقران والقرآن یلعنه»

[۵] پانچواں مصداق: موسیقی کے طرز پر پڑھنے والا

جناب قاری اسماعیل امرتسری صاحب اپنی کتاب ''تفہیم التجوید'' (ص:۶۷) میں تحریر فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ زمانۂ خیر القرون کے بعد بعض لوگوں نے قرآنِ کریم کی قراءت میں کچھ اس قسم کی اشیاء کا اضافہ کیا ہے، اور راگ وسُر کی آوازیں اس میں داخل کی ہیں، جن کا تجوید وقراءت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مگر فی زمانناً بعض خودرَو مجودین- نام: نہاد قراء

اور پیشہ وَر واعظ ایسی اصوات و کیفیات کو تلاوت قرآن میں شامل کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

کلام اللہ کو موسیقاروں کی طرح موسیقی اور مغنیوں کی طرح سنیماؤں کے گانے کے طرز پر پڑھتے ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ کتاب اللہ کا حق ادا کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً خودرَو اور خودساختہ اور قراءت فروش قراء ہوتے ہیں، یا وہ مدّعی قراءت وعظ فروش علما جو محافل ومجالس میں پڑھتے ہیں اور لہجہ بازی کے نشے میں حروف قرآنی کا حلیہ بگاڑ کر سامعین سے داد لینے کے متمنی ہوتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف توصیف کی جائے، اور انہیں کسی اچھے لقب وخطاب سے نوازا جائے۔

پھر غضب خدا کا یہ کہ گا گا کر جس قدر بگاڑا جائے اسے قراءات سبعہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور بلاخوف وخطر کہا جاتا ہے کہ ہم تو سبعہ میں پڑھ رہے تھے۔ العیاذ باللہ۔ گویا ہر عیب وغلطی بے قاعدگی اور ہر نئی چیز کا ادخال فی القرآن کا نام "قراءات سبعہ" رکھ دیا گیا ہے، اور جملہ خودساختہ خرافات کا مجموعہ قراءات سبعہ تصور کر لیا گیا ہے۔ پس ایسے ہی خودرو، خودساختہ قراء کے متعلق فرمایا گیا: «رب قارئ للقران والقرآن يلعنه»۔

خلاصۂ کلام:

(۱) اس حدیث کی نسبت حضور نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں، کیوں کہ اس کی کوئی سند دستیاب نہیں ہوئی۔

(۲) صحابۂ کرام کی طرف جنہوں نے اِن الفاظ «رب قارئ للقران والقرآن يلعنه» کی نسبت کی، انہوں نے بھی کوئی سند پیش نہیں کی۔ البتہ اِس کا مفہوم عموماً ذکر کرنے والے کے

سلسلے میں وارد ہوا ہے، جیسا کہ شروع میں مصنّف اور درِّ منثور کے حوالے سے مذکور ہے۔

(۳) تابعین میں سے صرف میمون بن مہران سے اس حدیث کا مفہوم سند کے ساتھ منقول ہے۔

(۴) حدیث کی تخریج کرنے والوں نے بھی اِس کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔

(۵) جب یہ حدیث ثابت ہی نہیں، تو اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہوگا، کیوں کہ استدلال فرعِ ثبوت ہے۔ البتہ نفسِ قرآنِ مجید میں جن اوصاف پر لعنت مذکور ہے، تو ان اوصاف کے حامل کی طرف لعنت اس روایت کی وجہ سے نہیں، بلکہ موجبِ لعنت کے مرتکب ہونے کی وجہ سے متوجہ ہوگی۔

(٦) حدیث کے جو محامل یا مصادیق ذکر کیے گئے، جیسے: ترکِ عمل، ترکِ تدبر اور لحنِ جلی کا ارتکاب وغیرہ، چوں کہ ان کے بارے میں دیگر روایات وارد ہیں، اس لیے اس روایت کے عدمِ ثبوت سے ان کی اہمیت کم نہیں ہوگی، اس لیے ان امور کی طرف سے تغافل مناسب نہیں ہے۔